

تطریقہ تقادم اور اسلامی شریعت

مولانا ساجد الرحمن صدیقی کاندھلوی

سپیدہ سحر ظلمت، کدہ شب کا پردہ چاک کر کے مشرق سے مغرب کی طرف سفر کرتا ہوا صاف نظر آ رہا ہے، اندھیارے پھٹ رہے ہیں، اجیالے پھیل رہے ہیں۔ اور اسلام ایک زندہ قوت، ایک محرک طاقت اور ایک نظام حیات کی صورت میں اپنیوں اور بیگانوں سے اپنی افادیت تسلیم کر رہا ہے۔

آج ارباب فکر و دانش اسلام کو حیات عملی میں کار فرما دیکھنے کے لئے بیتاب ہیں، کیونکہ تہذیب نو ہر فلاح سے خالی ہو چکی ہے۔ اب پوری انسانیت ایک ایسے نظام زندگی کی تلاش میں ہے جو مادی زندگی کی آسائشات کے ساتھ ساتھ روح کے کھوکھلے پن کو بھی دور کر دے اور سسکتی ہوئی انسانیت کے زخموں کا مداوا کر سکے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا تطریقہ حیات ہے جو مادہ اور روح کی ہم آہنگی، قلب و فطن کی وحدت، نیز فلاح دنیا اور سعادت اخروی بیک وقت فراہم کرتا ہے۔

یہ اسی حقیقت کا ادراک ہے جو پوری دنیا کے صاحب شعور افراد کو اور الحمد للہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کو کشاں کشاں اسلام کی جانب لئے آ رہا ہے، اس شعور و ادراک کی صورت میں اور اسلام کی جانب اس رجوع کی شکلیں متنوع سی، مگر

حقیقت ایک ہی کارفرما ہے، یعنی بقول حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

پھٹنے کو ہے بجلی سے آغوشِ سحابِ آخر

پاکستان میں ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں یہ شعور و ادراک متاعِ گذشتہ کی تلاش کا ایک شوق فراواں بن کر ابھرا، اور اس شوق کے مظاہر افنی وطن پر طلوع بھی ہوئے۔ چنانچہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ کو اسلامی حدود کے تفاق کا اعلان ہوا۔ اور بالآخر مقدماتِ حدود کی سماعت کے لئے وفاقی شرعی عدالت منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔

مقدماتِ حدود کی سماعت کے دوران مؤخر عدالت میں یہ مسئلہ بھی زیرِ غور آیا کہ اگر ان مقدمات میں شہادت نامناسب تاخیر کے ساتھ عدالت کے سامنے لائی جائے تو کیا یہ ایسا شبہ نہیں بن جاتی جو حد کے استقاط میں مفید ہو۔ فقہ اسلامی میں اس صورت حال کو ”تقادم“ ”تاخیر شہادت“ ”اثباتِ حق میں تاخیر“ اور ”جرم کے ثبوت کی فراہمی میں تاخیر“ کے عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ایک قانونی اصطلاح کے طور پر ”تقادم“ ہی کا لفظ استعمال ہوتا ہے، اس لئے ہم بھی اس تحریر میں آگے تمام مقامات پر تقادم کا ہی لفظ استعمال کریں گے۔

انگریز جس کی غلامی کا داغ ہماری پیشانیوں پر ہنوز باقی ہے اس کی باقیات کی صورت میں ہمارے ملک میں ۱۹۰۸ء کا قانونِ میعاد (Limitation act) بھی موجود ہے اور آج تک نافذ العمل بھی ہے۔ مگر میں بلا خوفِ تردید کہہ سکتا ہوں کہ یہ قانون، فقہ اسلامی کے نظریہ تقادم کی بہ نسبت انتہائی محدود ہے۔ اور فقہ اسلامی کا نظریہ تقادم اس قانون سے زیادہ جامع، زیادہ مکمل اور زیادہ

عملی افادیت کا حامل ہے۔ سب سے بڑا فرق اُس تصور کا ہے جو ان دونوں میں کارفرما ہے۔ ”قانون مبیعہ“ ایک حاکم قوم کا قانون ہے۔ جو اس نے اپنی حاکمیت اور محکوم قوم کے حق انصاف پر تحدیدات Limitation عائد کرنے کے لئے بنایا تھا تاکہ غلام قوم کے افراد حاکم قوم کے منصفین کے پاس اپنے غیر ضروری اور زائد المبیعہ معاملات لے جا کر معزز منصفین کا وقت ضائع نہ کریں۔ جبکہ فقہ اسلامی کے نظریہ تقادم میں یہ جذبہ کہیں نظر نہیں آتا کہ مسلمان رعایا بلا وجہ اور غیر ضروری طور پر اسلامی عدالت کے فاضل قضاة کو تنگ نہ کرے۔ بلکہ اس میں یہ روح کارفرما نظر آتی ہے کہ جس حد تک ممکن ہو، اسلامی ریاست کے شہریوں کو سزا سے بچایا جائے، اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کیا جائے کہ،

” ادرؤوا الحدود بالشبهات“

جہاں تک ممکن ہو شبہ کی صورت میں حد ساقط کر دو۔

تقادم میں یہ جذبہ نظر آتا ہے کہ ہر ممکن طریقے سے اسلامی ریاست کی عدالتیں شہریوں کی جان و مال کا تحفظ کریں اور ان کے فیصلے شہریوں کے انفرادی اور اجتماعی مفادات میں ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ نظریہ تقادم جب چوری کے جرم میں جاری ہوتا ہے تو چور قطع ید (ہاتھ کٹنے) کی سزا سے بچ جاتا ہے لیکن عدالت اس امر کی بھی پابند ہوتی ہے کہ اگر جرم سرقہ ثابت ہو جائے تو چور سے مسروقہ مال مسروق منہ (جس کا مال چوری ہوا ہے) کو دلوا یا جائے۔ نظریہ تقادم نے ایک جانب چور کو ہاتھ کٹنے سے بچایا، دوسری جانب جس کا مال چوری ہوا تھا اس کو اس کا مال واپس دلوا دیا اور تیسری جانب مسروقہ مع

کی لازمی نفسیاتی تسفی اور سارق کو جرم سرقہ سے آئندہ احتراز کرنے کے لئے اس پر سزائے تعزیر عائد کی۔ اور بلاشبہ یہ تینوں پہلو اسلامی ریاست کے شہریوں کے مفاد میں ہیں۔

فقہ اسلامی میں تقادم کے معنی یہ ہیں کہ: —

۱۔ ارتکاب جرم کے بعد آنے والی شہادت میں بلا ضرورت قابل لحاظ تاخیر ہو جائے اور عدالت کے سامنے یہ شہادت یا بیعتہ تاخیر سے پیش کیا جائے۔

۲۔ عدالت میں ایک جرم ثابت ہو جانے اور اس کا فیصلہ ہو جانے کے بعد نفاذ سزائیں قابل لحاظ تاخیر ہو جائے۔

قصاص و دیت کے مقدمات میں تقادم نہیں ہے کیونکہ قصاص حق العبد ہے اور حقوق العباد مدت کے گزرنے سے ساقط نہیں ہوتے۔

بہر حال جرائم حدود میں سے تین حدود حد زنا، حد سرقہ اور حد عمر میں

تقادم کو تسلیم کیا گیا ہے۔

تقادم کے مسئلہ میں خاص فقہی اختلاف ہے۔ یعنی حدود ثلاثہ (زنا، سرقہ،

نثر) میں فقہائے احناف کے نزدیک تقادم حد ساقط کر دینے والا شبہ ہے۔ جبکہ فقہائے ثلاثہ کے نزدیک حدود میں تقادم شرط نہیں ہے۔ البتہ

۱۔ ڈاکٹر عبدالعزیز: التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص ۵۲۰ مصر

ابوزہرہ: الحجریۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی، ص ۵۲۵ جلد ۱، مصر

عبدالقادر عودہ: الشریعۃ الجنائی الاسلامی جلد ۱ ص ۷۷ مصر

۲۔ الکاسانی: بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: جلد ۷ ص ۶۶ مصر

تعزیرات میں تمام فقہاء کے نزدیک شرط ہے۔

اس فقہی اختلاف کی توضیح علامہ ابن السام نے چار اقوال کی صورت میں کی ہے اور فقیہ عصر ابو زہرہ نے بھی ان آرا کو بیان کیا ہے۔

پہلی رائے

تقادم کا اصول تمام حدود میں جاری ہوگا، یعنی اگر کسی جرم حد کے ارتکاب کے بعد اس کی شہادت کے عدالت کے سامنے پیش ہونے میں، مقررہ مدت گزر جائے اور اس مدت میں شاہد کے لئے شہادت دینا ممکن ہو تو یہ شہاد قابل رد ہوگی جبکہ امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے یہ ہے کہ شہادت تو رد ہو جائے گی لیکن اقرار (اعتراف) ماسوائے حد شرب کے قبول ہوگا۔ یعنی حد شرب میں اعتراف کی صورت میں بھی تقادم ہے۔ اور مدت تقادم منہ سے بولا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ منہ سے شراب کی بوجہ منہ سے بولا جاتا ہے۔ بعد اگر کوئی شخص عدالت کے سامنے یہ اعتراف کرے کہ اس نے فلاں وقت شراب پی تھی تو اس پر حد شرب جاری نہیں ہوگی۔ البتہ وہ مستحق تعزیر متصور ہو سکتا ہے۔

دوسری رائے

(مقدمات حدود میں) شہادت (بصورت تقادم) رد ہو جائے گی اور اقرار ہر صورت قابل قبول ہوگا، یہاں تک کہ حد شرب میں بھی قابل قبول ہوگا۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے۔ کیونکہ اقرار میں تاخیر سے شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ کوئی شخص اپنی ذات کا دشمن نہیں ہوتا۔ اس لئے اقرار میں تاخیر ہو جانے سے اس کی

قوت اثبات جرم کم نہیں ہوتی کیونکہ اقرار میں تاخیر کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔
کہ پہلے فقر کو تردد ہو کہ میں اقرار کروں یا نہ کروں لیکن بعد میں وہ خدا ترسی کی
بنیاد پر اقرار کا فیصلہ کر لے۔

تیسری رائے | شہادت میں تاخیر (تقادم) ہو یا اعتراف (اقرار) میں
کسی بھی ہدرت میں یہ تاخیر مانع حد نہیں ہے، اس لیے کہ

یہ تاخیر شبہ پیدا نہیں کرتی کیونکہ قول حق میں تاخیر اس کے باطل ہونے کی دلیل
نہیں بنتی۔ یعنی شہادت یا اقرار میں تاخیر اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ شہادت
یا اقرار باطل ہے اور بایں صورت یہ تاخیر یا شبہ نہیں بنتا جس سے حد ساقط
ہو جائے۔ یہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی رائے ہے۔

چوتھی رائے | شہادت یا اقرار کی تاخیر تمام — جرائم سرقہ، زنا اور شرب
کے اثبات میں شبہ پیدا کرتے ہیں۔

ہم ان چاروں اقوال و آراء کو تلخیص کے ساتھ حسب ذیل دو نظریات
کی صورت میں بیان کر سکتے ہیں۔

پہلے نظریہ کی اساس امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ رحمۃ اللہ
علیہم کی رائے پر قائم ہے کہ سزا کے کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی خواہ شہادت
کے عدالت کے سامنے پیش کئے جانے میں کتنی ہی تاخیر ہو جائے۔ اور سزا
جاری نہ ہو، نیز یہ کہ عدالتی کارروائی کے آغاز میں خواہ کتنی ہی تاخیر ہو جائے، جرم
ساقط نہیں ہوتا۔

البتہ اگر ملکی مصالح اور مصالح عامہ اس امر کے مقتضی ہوں کہ تقادم کو تعزیرات اور جرائم تعزیرات ساقط کر دینے والا شبہ قرار دیا جائے تو عدالتوں کو یہ اختیار ہے کہ وہ تعزیرات کی حد تک تقادم کو مانع سنا یا مانع (اثبات جرم) قرار دے سکتی ہیں۔

بہر حال اس امر کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے کہ تقادم شہادت جرم کے اثبات پر اثر انداز ہوتا ہے یا یہ کہ یہ تاخیر حد کو ساقط کر دینے والا شبہ بن جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت میں ایسی کوئی نص موجود نہیں ہے۔ (ما سو اس اثر کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) اس لیے کہ حدود حق اللہ ہیں اور اولو الامر یا عدالت یا مجنی علیہ کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ اس ستر کو ساقط کر دے یا جرم کو ساقط کر دے۔ لہ

دوسرے نظریہ کی بنیاد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے اصحاب کی اس رائے پر قائم ہے کہ تقادم یا تاخیر شہادت قصاص و دیت اور قذف کے جرائم کے اثبات پر اور ان جرائم کی سزاؤں کے اجراء پر اثر انداز نہیں ہوتی جبکہ حد و دلائلہ — زنا، سرقہ، شرب خمر کے اثبات میں اور تمام تعزیرات میں تقادم اثر انداز ہوتا ہے۔

حقوق العباد میں تقادم مانع نہیں ہے۔ اس لیے حد قذف میں تقادم اثر انداز نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں حق العبد (یعنی جس شخص کی ذات پر قذف سے عار آیا ہے اس عار کو دور کرنا) موجود ہے اور نیز اس لیے کہ قذف میں (مقدمہ

کی سماعت اور اجرائے حد کے لیے مدعی کی جانب سے) دعوئے شرط ہے۔ اس لیے تاخیر شہادت انعدام دعوئے متصور ہوگی۔

فقہائے اخاف میں سے امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اس رائے کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ ائمہ ثلاثہ کے ہم نوا ہیں لہ

نظریۂ تقادم کے سلسلے میں ابو زہرہ، امام ابو حنیفہ کی رائے کی توثیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جرم حد (بدینہ) کی ایک شرط عدم تقادم ہے۔ اور یہ عام تقادم حد و ثلاثہ — حد زنا، حد سرقہ، اور حد شرب خمر — میں شرط ہے جبکہ حد قذف میں شرط نہیں ہے۔

حد و ثلاثہ اور قذف میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ شاید (گواہ) جب مشاہدہ جرم کرتا ہے تو اس کے سامنے از روئے شریعت دو راستے ہوتے ہیں کہ یا تو خالصتاً للہ فوری طور پر گواہی دے کیونکہ فرمان الہی ہے —

واقیموا الشہادۃ للہ“

یا اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کہلے کہ فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ:

من ستر علی مسلم ستر اللہ تعالیٰ علیہ فی الدنیا والآخرۃ“

۱۔ عبد القادر عروہ، التشریح الجنائی الاسلامی جلد ۱، ص ۷۸، ۷۹

الباب المیدانی، جلد ۳، ص ۵۸

حاشیہ ابن عابدین جلد ۳، ص ۱۷۲، ۱۷۳

الکاسانی بدائع الصنائع جلد ۷، ص ۴۶، ۴۷

عبد العزیز عامر، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ

۲۔ ابو زہرہ الحجرتی، ص ۴۶

جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کی اللہ روز قیامت اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائے گا" ۱۷

اگر اس نے جرم کے وقوع کو دیکھنے کے بعد ایک عرصہ تک گواہی نہیں دی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے ستر کے پہلو کو ترجیح دی ہے۔ لیکن جب ایک مدت گزرنے کے بعد پھر گواہی دیتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اپنے مشہود علیہ کے خلاف کوئی ضغینہ (عداوت یا دشمنی) پیدا ہوا ہے جس نے ایک عرصہ گزرنے کے بعد اسے اس کے خلاف گواہی دینے پر اکسایا ہے، لہذا اس کی یہ شہادت قبول نہ ہوگی اس لئے کہ فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے

لا تقبل شہادۃ خصم ولا ظن

خصم اور متمم کی شہادت قابل قبول نہیں ہے

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ —

"ایہا شہود شہدوا علی حد لہم یشہدوا حضرتہ فانما

شہدوا علی ضغن فلا شہادۃ لہم"

جو لوگ کسی ایسی حد کی شہادت دیں، جس کی شہادت انہوں نے اس کے وقوع

کے وقت نہیں دی تو ان کی شہادت قبول نہیں ہوگی ۱۸

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر صحابہ میں سے کسی نے اعتراض

نہیں کیا جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اجماع کے درجے میں ہو گیا اور اس

معلوم ہو گیا کہ کسی جرم کے سلسلے میں تاخیر سے آنے والی شہادت کیمنہ پر مبنی تصور ہوگی اور قبول نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ تاخیر تہمت پیدا کرتی ہے اور متمم کی شہادت حسب فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم قابل قبول نہیں ہے۔

تخلات حد قذف کے کہ اس میں تاخیر کیمنہ اور تہمت پر دلالت نہیں کرتی اس لئے قذف کے مقدمے کی سماعت کے لئے مدعی (مقذوف) کا دعویٰ شرط ہے اس لئے اس میں تاخیر شہادت تاخیر دعویٰ پر مبنی ہوگی۔ جبکہ حدود ثلاثہ میں دعویٰ شرط نہیں ہے، اس لئے تاخیر شہادت، تقادم ہے اور کیمنہ اور تہمت کی حامل ہے۔ جہاں تک حدود ثلاثہ کے مانع قبول شہادت ہونے کا تعلق ہے تو وہ اس صورت میں ہے کہ یہ تاخیر شہادت بغیر کسی ظاہری عذر کے ہو اگر کوئی عذر موجود ہو، مثلاً شاہد ایسے دور دراز مقام پر ہو کہ اس کے عدالت میں حاضر ہونے میں تاخیر ہو سکتی ہو تو بصورت عذر یہ تاخیر شہادت کے قبول سے مانع نہیں ہوگی لہٰذا شیخ محمد ابو زہرہ نے تقریر تقادم کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ —

”عدالت میں کسی جرم حد پر شہادت کا تاخیر سے پیش ہونا حد کو ساقط کرنے والا شبہ بنتا ہے جبکہ تاخیر اقرار شبہ نہیں ہے۔“

اس رائے کی دلیل دو اجزاء پر مشتمل ہے ایک جز یہ کہ عدالت کے سامنے شہادت جرم پیش ہونے میں تاخیر ہو جانا حد جرم کے سقوط کا حامل شبہ پیدا کرتا ہے اور دوسرا جز یہ ہے کہ اس مسئلے میں شہادت اور اقرار میں فرق ہے۔

پہلے جز کی دیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں کو ادائے شہادت کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے

”واقيموا الشهادۃ للہ“ (الطلاق، ۲)

یہ گواہ اللہ کے لئے شہادت پر فائز ہیں۔ نیز فرمایا:

”واستشهدوا شہیدین من رجالکم“ (البقرہ: ۲۸۲)

اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لو۔ اور فرمایا:

”فاستشهدوا علیہن اربعۃ منکم“ (النساء: ۱۵)

ان عورتوں پر اپنے میں سے چار گواہ لاؤ۔

مزید یہ ہے کہ کتمان شہادت سے منع فرمایا:

”ومن یکتہمہا فانہ اشوق قلبہ“ (البقرہ: ۲۸۳)

جو اس شہادت کو پھیلے گا، اس کا دل گناہ گار ہے۔

ادائے شہادت کے ان احکام کے ساتھ ساتھ ستر مسلم بھی شریعت اسلامیہ میں

ہے کیونکہ اللہ سبحانہ نے اشاعت فاحشہ سے منع فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی

فرمائے گا۔“ ۱

ان دونوں نوعیتوں کے احکام کی روشنی میں شاہد کے سامنے دو پہلو آگئے ایک یہ کہ وہ

جرم سے پیدا ہونے والے فساد کو ختم کرنے کے لئے معاشرے کی پامال شدہ اخلاقی

حالت: کو کمال کرنے کے لئے اور اللہ کی حدود کے تقاضوں میں مدد دینے کے لئے شہادت دے، اور دوسرا پہلو یہ کہ وہ مستر مسلم کو ترجیح دے۔ یعنی شاہد معاملہ شہادت میں حق اللہ اور حق معاشرہ کا امین ہے، اور اس پر لازم ہے کہ اس حق کو پوری امانت کے ساتھ ادا کرے اس طرح کہ اگر وہ امانتاً یہ سمجھے کہ عدالت کے رویہ و گواہی دینا معاشرے کو اخلاقی فساد سے بچانے کے لئے ضروری ہے تو وہ یہ قدم اٹھائے اور اگر وہ یہ سمجھے کہ جو کچھ اس نے دیکھا وہ ایک مسلمان کی لغزش ہے اور ایک مجرمانہ ذہنیت کا سوچا سمجھا اقدام نہیں ہے تو مسلمان کی لغزش پر پردہ ڈال دے۔

شاہد کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ ان میں سے ایک پہلو کو فوری طور پر اختیار کرے۔ کیونکہ شہادت میں بغیر عذر اور بلا کسی وجہ کے تاخیر کینہ، دشمنی اور عداوت کے کسی نئے پیدا ہو جانے والے جذبہ پر مبنی متصور ہوگی۔ اور سمجھایا جائے گا کہ چونکہ وقت وقوع جرم شاہد کو مشہود علیہ کے خلاف کوئی دشمنی یا عداوت یا کسی قسم کی کوئی کدوبرد نہیں تھی۔ اس لئے اس نے گواہی نہیں دی اور خاموش رہا۔ اور جب بعد میں کسی وجہ سے کوئی عداوت دشمنی یا کد (ضہینہ) پیدا ہو گئی، تو شاہد نے مشہود علیہ کے خلاف گواہی دیدی اور اس طرح اس کی شہادت قابلِ تمت ہو گئی اور فرمانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق شہادۃ الظنیں (متمم کی شہادت) قابلِ قبول نہیں ہے۔ یعنی اس شاہد کی شہادت یہ تمت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ اتنا عرصہ ادائے شہادت سے کیوں گریزاں رہا اور اس وقت کیوں سکوت اختیار کیے رکھا اور وہ نکتہ یہی ہے جس کی حضرت عمرؓ نے وضاحت فرمائی ہے اور جس کو امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے:

”اگر گواہوں نے کسی ایسے جرم مد کی گواہی دی، جس کی گواہی انہوں

نے وقت وقوع جرم نہیں دی تھی تو یہ شہادت ضعیفہ ہے اور قابل قبول نہیں ہے۔“ ۱۷

بہر حال اس امر میں شبہ نہیں ہے کہ شہادت سے سکوت اختیار کرنے میں یا تو تمت ضعیفہ ہے یا تمت فسق ہے، اور شہادت سے سکوت ان ہر دو تہمتوں کا حامل ہے، جہاں تک شہادت کی غیر ضروری تاخیر میں ضعیفہ ہونے کا گمان (منظنہ ضعیفہ) ہے تو وہ حسب بیان سابق ظاہر ہے اور جہاں فسق کا احتمال ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ گمان شہادت سے شاہد فاسق ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ فرمان الہی ہے:

”وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ أَمُّ قَلْبِهِ“

شہادت کو نہ چھپاؤ، اور جو شخص شہادت کو چھپائے گا۔ تو اس کا قلب گنگنا رہے گا۔“

مندرجہ بالا بیان سے یہ امر واضح ہو گیا کہ سرفہ، زنا اور شربِ خمر کی حدود کی شہادت میں تاخیر سے یہ حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ جبکہ اقرار میں تاخیر سے، خواہ یہ حدود کتنی ہی طویل مدت کی ہوں، حدود کا اثبات ہو جائے گا، اور تاخیر سے جرائم حدود کے اثبات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ اقرار میں گمان عداوت (منظنہ ضعیفہ) نہیں ہے کہ انسان خود اپنا دشمن نہیں ہوتا اور بالخصوص اس صورت میں جبکہ اقرار ایک سخت سزا کی صورت میں ظاہر ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اقرار کرنے والا اپنے ضمیر کی خلش کو ایک عرصہ تک دبا تا رہا لیکن ایک وقت آیا کہ اس کے ضمیر نے

اسے مجبور کر دیا کہ وہ اعتراف، جرم کر کے دنیا کی سزا عفت لے۔ اور سزائے آخرت سے بچ جائے۔

”ولعذاب الآخرة أشد وأبقى“ (طہ: ۱۲۷)

حضرت امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جرم شراب خمر (مے نوشی) کے ثبوت میں تاخیر اقرار مؤثر ہے، اور تاخیر کی صورت میں اقرار قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ صحابہ کرام کا اس امر پر اجماع ہے کہ شراب خمر کی حد کا اجرا اس صورت میں ہو گا، جبکہ اس کا ثبوت اس حالت میں فراہم ہوا ہو، کہ مے نوش کے منہ سے شراب کی بو آرہی ہو، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شراب خمر کی حد کے لئے یہ شرط عائد کی کہ شراب خمر (مے نوش) کو اس حالت میں لایا جائے کہ اس کے منہ سے شراب کی بو آرہی ہو، اور ظاہر ہے کہ مے نوشی کے اقرار میں تاخیر کی صورت میں وقت اقرار مے نوش کے حتم اور اس کی عقل سے تمام اثرات زائل ہو چکے ہوں گے۔

اس مقام پر ضروری ہے کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کی رائے بھی ذکر کر دی جائے وہ فرماتے ہیں کہ شہادت اور اقرار ہر دو کی تاخیر سے جرائم حدود ساقط ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان سخت سزائوں سے اسلام کا مقصود یہ ہے کہ مجرم جرم سے باز آئے اور افراد معاشرہ کو تنبیہ ہو اور ردع اور انداز کا مقصود اس وقت حاصل ہوتا ہے جب جرم

۱۔ بدائع الصنائع، جلد ۷، ص ۴۷، ۵۱، ۱۶، مصر، فتح القدیر جلد ۴، ص ۱۱۲، ۱۶۴، مصر
الذیلعی تبیین التحقائق، جلد ۳، ص ۱۸۸۔ وما بعد البوزہرہ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی، ص ۴۴،
وما بعد مصر۔ الاکتوارا بالاحصاء حافظ ابو الفتوح النظام القفابی الاسلامی ص ۲۵۹، وما بعد۔

کا اثبات فوری ہو اور اس کی سزا علی الفور جاری ہو اور تاخیر شہادت یا اقرار سے مقصود حاصل نہیں ہوتا جبکہ اقرار میں تاخیر کی وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ مجرم نے خلوص نیت کے ساتھ توبہ کر لی ہو اور اس نے عدالت کے سامنے اقرار اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے کیا ہو۔

امام ابن ابی لیلیٰ کی یہ رائے تفقہ کی حامل ہے کیونکہ فقہاء کرام نے توبہ کو مانع سزائے حد قرار دیا ہے ۱۷

یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ تقادم کی وہ صورت ہے جبکہ تاخیر شہادت کی بناء پر یا تاخیر اقرار کی بناء پر جرم حد کے اثبات میں تاخیر ہو جائے۔ اب رہ گئی تقادم کی یہ صورت کہ جرم کا اثبات ہو چکا ہو۔ اور عدالت سزائے حد کا فیصلہ سنا چکی ہو، اس کے بعد کسی بھی وجہ سے سزائے حد کے نفاذ میں تاخیر ہو جائے تو کیا یہ تقادم بھی نفاذ سزا پر اثر انداز ہوگا۔ اس سلسلے میں ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہم اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محکوم علیہ پر سزائے حد کے نفاذ میں تاخیر بھی اقامت حد سے مانع ہوگا۔

امام ابن العمام فرماتے ہیں —

”جس طرح ابتداءً تقادم قبول شہادت سے مانع ہے اس طرح فیصلے کے بعد تقادم اجرائے سزا سے مانع ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی پر حد جلد جاری ہو رہی ہو اور وہ دوران ضرب بھاگ جائے پھر ایک مدت گزرنے کے بعد پکڑا جائے، تو اب وہ بقیہ حد پوری نہیں کی جائے گی۔ یہی رائے

اثر ثلاثہ کی ہے جبکہ امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ تقادم اجرائے حوائج
مزا نہیں ہے" لہ

مندرجہ بالا بیان حدود اور تعزیرات کے جوائم اور ان کی سزاؤں پر تقادم کے
اثر انداز ہونے کے بارے میں تھا۔

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ دیوانی معاملات پر تقادم کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے
اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ دیوانی معاملات میں حق العبد موجود ہوتا ہے
اور حق العبد تاخیر سے ساقط نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے یہاں پر بلا عذر وقت گزر جانے
کی بناء پر دعویٰ عدالت کے لئے قابل سماعت نہیں ہوگا لیکن یہ تقادم صاحب حق
کے حق کو باطل نہیں کرے گا۔ بلکہ یہ تقادم محض عدالت کے لئے ایک مانع ہوگا کہ وہ
دعویٰ نہ سنے جبکہ صاحب حق کا حق باقی رہے گا۔ یعنی اگر مدعا علیہ خود ہی اس حق کا
اقرار کر لے تو اس پر اس حق کی ادائیگی لازم ہو جائے گی۔

اگر تقادم سے حق عید بھی باطل ہو جاتا تو اس صورت میں مدعا علیہ کے اقرار
سے بھی اس پر حق کی ادائیگی لازم نہ ہوتی لہ

مجلد الاحکام العدلیہ کی دفعہ ۱۶۶۰ قرض و دیت، جائیداد میراث اور دیگر معاملات
دیوانی میں پندرہ سال مدت گزر جانے کو تقادم مانع سماعت دعویٰ قرار دیتی ہے لہ
دفعہ ۱۶۶۱ متولی کے اور اصل وقف سے متعلق ملازمین کے ۳۶ سال کے بعد
دعویٰ کو ناقابل سماعت قرار دیتی ہے لہ

لہ فتح القدیر، جلد ۴، ص ۱۶۴ مصر۔ البزہ، فلسفۃ العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۴۹

لہ سلیم رستم باز الہبانی شرح المجلد ص ۸۳ طبعہ ثالثہ بیروت

لہ ایضاً ص ۹۸۲

لہ ایضاً ص ۶۸۶

”مرد زمان جو سماع دعویٰ سے مانع ہے وہ مرد زمان ہے جو بلا عذر ہو
لیکن جو زمان عذر شرعی کے ساتھ گزرا ہو وہ سماعت دعویٰ میں مانع
نہیں ہے۔ مثلاً یہ کہ مدعی صغیر (کم سن) ہو، یا مجنون ہو، یا وہ مدت سفر
کے برابر دور کے شہر میں ہو، یا معتوہ (فاتر العقل) ہو، یا خواہ اس کا
کوئی وصی ہو یا نہ ہو یا اس کا مد مقابل (خصم) غالب و طاقتور ہو،
تو اس مدت (عذر) کا اعتبار لازم ہوگا، بلکہ مرد زمانہ کی تاریخ اس
عذر کے ازالہ کے بعد سے شروع ہوگی مثلاً اس زمانہ کا اعتبار نہیں
ہوگا جو بچہ کا بلوغ سے پہلے گزرا ہے بلکہ بلوغ کے بعد کے زمانے کا
اعتبار ہوگا۔ اس طرح اگر کسی شخص کا دعویٰ کسی غالب طاقتور شخص
سے متعلق ہو اور اس کے تغلب کی وجہ سے مرد زمانہ ہو جائے تو یہ
مرد زمانہ سماع دعویٰ سے مانع نہیں ہوگا۔ بلکہ مرد زمانہ کا شمار اس
تغلب کے ختم ہو جانے کے بعد سے ہوگا۔“

یہ اعذار شرعی جو مذکورہ دفعہ میں بیان کئے گئے ہیں تین قسم کے ہیں —
پہلی قسم : قاصریت : یعنی اگر صاحب حق صغیر یا مجنون وغیرہ ہو۔
دوسری قسم : غیاب : مدعی یا مدعا علیہ کا غائب ہونا۔
تیسری قسم : تغلب : مدعا علیہ کا صاحب قوت ہونا جو مدعی کو اس پر دعویٰ کرنے
سے باز رکھے۔

اعذار کی موجودگی میں اگر تقادم (مرد زمانہ) ہو جائے تو یہ دعویٰ کی سماعت سے مانع
نہیں ہوگا۔ بلکہ تقادم (مرد زمانہ) کی مدت اس عذر کے رفع ہونے کے بعد شروع ہوگی۔

مدت تقادم کے بارے میں بھی فقہاء کے مابین اختلاف موجود ہے چنانچہ جامع صغیر میں ہے کہ مدت چھ ماہ ہے، امام محمد رضی اللہ عنہ سے ایک ماہ کی مدت کی بھی روایت ملتی ہے جو امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ رحمہم اللہ علیہ سے بھی مروی ہے کہ قاضی خان نے کہا کہ مدت تقادم ایک ماہ یا اس سے زائد ہے۔

راج قول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے تقادم کی کوئی مدت متعین نہیں کی۔ اور ہم نے ان سے تخذید مدت کے لئے کہا تو انہوں نے انکار فرمادیا کہ

بہر حال اس سلسلے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے یہی ہے کہ تقادم کی کوئی مدت متعین نہ کی جائے اور اس کو قاضی (عدالت) کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔ البتہ حد خمر میں مدت تقادم اس کی خمر کی بو کا دور ہو جانا ہے۔ علیٰ علی منصور نے جرم زنا کے سقوط کی حدود قوع جرمیہ سے اقرار تک دس سال متعین کی ہے۔ اور سقوط سزائے رجم کی تیس سال اور سقوط سزائے جلد کی پانچ سال قرار دی ہے۔ سال قرار دی ہے۔

اسی طرح جرم قذف کے سقوط کی تین سال اور سقوط حد قذف کی پانچ سال قرار دی ہے اور جرم سرزد کے سقوط کی حد تین سال قرار دی ہے۔

۱۔ احمد فتی، منی، العقوبات فی الفقہ السلاوی، ص ۲۲۳ معر عبد العزیز عام، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ ص ۵۲۵

۲۔ التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص ۵۲۵ البدائع جلد ۷ ص ۴۷

۳۔ احمد فتی، العقوبات فی الفقہ الاسلامی ص ۳۲۳ مصر

۴۔ علیٰ علی منصور، نظام التجریم والعقاب ص ۲۴۵

۵۔ ایضاً صفحہ ۲۹۰

۶۔ ایضاً ص ۱۳۳

مجلۃ الاحکام میں دیوانی معاملات میں تقادم کی مدت کی مختلف تحدیدات کی گئی ہیں۔ جن کا ذکر موجب طوالت ہو گا۔ اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ ہر مقدمہ کی نوعیت کے لحاظ سے عدالت کو فیصلہ کرنا چاہیئے کہ ایک خاص مقدمہ میں تاخیر شہادت یا تاخیر اثبات کی مدت اتنی طویل ہے کہ یہ جرم یا اس کی سزا پر اثر انداز ہونے کے لئے کافی ہے۔

اس مقالے کے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نظریۂ تقادم سے متعلق چند اہم نکات بطور تلخیص بیان کر دئے جائیں۔

۱۔ کتاب وسنت کی ایسی کوئی نص قطعی موجود نہیں ہے جس سے صراحتاً یہ معلوم ہو کہ شہادت میں تاخیر جرائم حدود و تعزیرات پر یا ان کی سزائوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ماسوا اس اثر کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

”ایما شہود شہدوا علی حد لہو بشہدوا عنہ حضرتہ
فانما شہدوا علی ضغن فلا شہادۃ لہ“

جو گواہ کسی ایسی حد کی گواہی دیں جس کی گواہی انہوں نے وقت وقوع جرم نہیں دی تو یہ شاہد بر بنائے ضغیتہ (کینہ) شہادت دینے والے ہیں۔

مگر یہ اثر حضرت حسن سے مسلاً مروی ہے اور مر اسل حسن قوی نہیں ہیں لہ
۲۔ تقادم کے جرائم اور ان کی سزائوں پر اثر انداز ہونے کے بارے میں فقہی اختلاف جرائم حدود اور ان کی سزائوں میں ہے، تعزیرات میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باتفاق فقہاء اگر عدالت کسی بھی تعزیر کے اثبات میں تقادم

کے مطابق مصلحت منصور کر لے تو جرم کو یا سزا کو ساقط کر سکتی ہے۔ اس طرح دیوانی معاملات میں بھی تقادم دعاوی پر اثر انداز ہوگا۔

۳۔ اصولاً تاخیر شہادت شاہد کے بارے میں ضغینہ (عدالت) کا شبہ پیدا کرتی ہے۔ چونکہ حدود شہادت سے ساقط ہوتے ہیں۔ اس لئے اس شبہ سے بھی حد ساقط ہو جائے گی۔ اور اس بات کا تعین کہ تقادم نے مظنۃ ضغن (گمان عدالت) پیدا کیا ہے یا نہیں، عدالت ہی کر سکتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر عدالت کسی معاملہ میں تقادم شہادت کو شبہ عدالت منصور نہ کرے تو اسے یہ استحقاق حاصل ہے۔ کیونکہ بنیادی طور پر ہر طرح کے شبہ کا تعین عدالت ہی کا کام ہے۔

۴۔ جو تقادم سقوط حد کا حامل بنتا ہے وہ ٹوٹا ہے جو بلا عذر ہو۔ اگر عذر موجود ہوگا تو تقادم نہیں ہوگا، اور اس سے جرائم حدود و تعزیرات پر یا دیوانی مقدمات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۵۔ حق عبد پر تقادم اثر انداز نہیں ہوتا اس وجہ سے تقادم کا حد قذف پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ فقہاء کے نزدیک اس میں حق العبد موجود ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ یہ خالص حق العبد ہے یعنی قذف میں حق اللہ کی وجہ سے حق العبد کمزور نہیں پڑتا بلکہ تاخیر کے باوجود شہادت اور اقرار دونوں قابل سماع ہوں گے۔ کیونکہ قذف میں حق العبد یہ ہے کہ اس کی عزت پر جو حرف آیا ہے وہ مٹایا جائے جو اس صورت میں مٹے گا کہ قاذف کو شریعت کی مقرر کردہ سزا دی جائے گی۔

جبکہ جرم سرقت میں حق العبد اس کا وہ مال ہے جو چوری ہوا ہے۔ اس لئے تقادم سے حد تو ساقط ہو جائے گی مگر مال مسروق کی ادائیگی ہر حال کرنا ہوگی اور چور پر حد یا تعزیر کے ساقط ہونے کے باوجود بھی مسروق منہ کا مال واپس کرنا لازم ہوگا۔

۶۔ قانون ساز ادارے مختلف مقدمات میں تقادم کی مدت متعین کر سکتے ہیں، مگر میرے خیال میں علی علی منصور نے اور المجلہ نے جو مدتیں متعین کی ہیں وہ بہت طویل مدتیں ہیں۔ اور ان سے شریعت اسلامیہ کے فوری اور مؤثر انصاف کی روح متاثر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ حدود و تعزیرات میں اور دیوانی معاملات میں تقادم کی مدتیں متعین نہ کی جائیں۔ بلکہ اس مسئلہ کو عدالت کی صوابدید پر چھوڑا جائے کہ وہ ہر انفرادی مقدمے میں جدا جدا یہ فیصلہ کرے کہ اس میں تقادم ہوا ہے یا نہیں۔ اور بعد ازاں یہی عدالتی نظائر آئندہ مقدمات میں تقادم کی مدت فیصلے میں کام دیں۔ کیونکہ حالات و مسائل بدلتے رہتے ہیں اور ہر مقدمہ کی نوعیت جدا گانہ ہوتی ہے اور اس مخصوص نوعیت کی روشنی میں عدالت بہر طور پر مدت تقادم کا فیصلہ دے سکتی ہے۔

۷۔ تقادم کا مسئلہ اجتہادی نوعیت کا حامل ہے اور حالات و ضروریات کے پیش نظر اس میں اجتہاد کی گنجائش موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تقادم کے تمام پہلوؤں کو بصورت دفعات از سر نو مدون کیا جائے۔ اور اس کو جدید قوانین کے مسائل بنا کر پیش کیا جائے تاکہ فقہ و قانون کی دنیا میں اس کی عملی افادیت نمایاں اور اسلامی قانون شریعت کے نفاذ کی پیش رفت میں معاون ہو سکے۔

وما توفیقی الا باللہ